Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)
Volume 4 Issue 1, Spring 2024
ISSN(P): 2790 8216 ISSN(E): 2790 8224
Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

مشرق اور مغرب کی تعیین قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تفتیشی جائزہ

Title: **Determination of East and West in the light of Qur'an and Sunnah, An Investigative Review**

Author (s): Noor Akram [1]

Affiliation (s): 1 Govt Boys Degree College, Jhuddo, Pakistan.

DOI: https://doi.org/10.32350/mift.41.02

History: Received: Jan 22, 2024, Revised: Mar 27, 2024, Accepted: April 13, 2024, Published: June 26, 2024

Citation: Akram, Noor. “Determination of East and West in the light of Qur'an and Sunnah, An Investigative Review.” *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 4, no. 1 (2024): 11–25. https://doi.org/10.32350/mift.41.02

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities
University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

مشرق اور مغرب کی تعیین قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تفتیشی جائزہ

Determination of East and West in the light of Qur'an and Sunnah, An Investigative Review

Noor Akram*

Govt Boys Degree College, Jhuddo, Pakistan.

Abstract

The concept of East and West has existed since ancient times. The side from which the sun came up/ rises was called the east, and the side from which it goes down/sets was called the west. In the course of British rule, due to the availability of fast travel resources, as well as British conquests from the American continent to the Asian continent, as well as the problems of world trade. There was a need for a universal beginning and end date. Because the world is round, and the sun rises and sets every hour of the day in certain areas. For this reason, it was considered necessary to establish a date line from which the day and date should be considered to begin. In the Pacific Ocean, the date line between America and Asia is accepted. Although there is no geographical definition of East and West in the Qur'an and Sunnah, but if we examine the words used for East and West in the Qur'an, the wording of the Dual used in it for East and West with the story of Dhul-Qarnain together, we understand that the date line between Africa and America should be considered. In this case, the word Eastern in the Holy Qur'an refers to North and South America, whereas the word Western refers to Europe and African continent. In addition, the word "Mashriqain" and "Maghrabain" may also indicates that there should be two date lines, separately for the sun and the moon, respectively. Therefore, if the date line of the moon is set at a distance of ١٨٠ degrees from the date line assumed after Europe and Africa, then the problem of the date of moon can also be solved.

Key words: Dateline, East, West, Quran, Geography, Atlantic Ocean, America, Two Oceans meeting, Moon dateline,

۱. تعارفِ موضوع

آج کی دنیا میں IDL یا تاریخ کی لکیر کے ذریعے سے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ ایک فرضی لکیر ہے جو کہ براعظم امریکا اور براعظم ایشیاء کے درمیان مانی گئی ہے۔ اس لکیر سے ایک طرف جہاں دنیا میں دن اور تاریخ کا اختتام مانا جاتا ہے تو اس لکیر کے دوسری طرف نئے دن اور نئی تاریخ کے آغاز کی نوید سنائی جاتی ہے۔ جہاں سے دن کا آغاز ہوتا ہے اسے مشرق قرار دیا جاتا ہے۔ اور جہاں دن کا اختتام مانا جاتا ہے۔ اسے مغرب کہا جاتا ہے۔ اس ڈیٹ لائن کے مطابق امریکہ کو مغرب، جبکہ مشرقی ایشیاء اور براعظم اسٹریلیا کو مشرق قرار دیا گیا ہے۔ اس ترتیب کے مطابق خود یورپ وسط میں آجاتا ہے۔ حالانکہ خود یورپین اپنے آپ کو ہمیشہ مغرب قرار دیتے ہیں۔ اگر قدیم تاریخ کا جائزہ لیں تو چونکہ اس وقت دنیا کہ گول ہونے کا تصور موجود نہیں تھا اس لئے مشرق اور مغرب کبھی مخمصہ بھی نہیں بنا۔ لہذا زمانۂ قدیم سے یورپ اور افریقہ مغرب کہلاتے اور سمجھے جاتے تھے۔

*Corresponding author: noordawa١۴٣٠@gmail.com

قرآنِ کریم اس رب کی کتاب ہے جس نے ساری کائنات کو وجود بخشا، جو تمام حقیقتوں سے واقف ہے۔ قرآنِ کریم چونکہ قیامت تک کے لئے معجزہ ہے۔ اور اس کے مخاطب جہاں حضور کے زمانے کے انسان ہیں وہیں قیامت تک آنے والا آخری انسان بھی ہے۔ جہاں اس کلام سے ایک عام دیہاتی کو راہِ راست کی راہنمائی ملتی ہے۔ وہیں ایک ذہین سائنس دان اپنی تمام زندگی کی ریاضت کے بعد اگر اس کلام کو پڑھے تو قرآن کو اپنا امام اور ساری جہد و ریاضت کی انتہا پر کھڑے راہنما کے طور پر دیکھتا ہے۔ قرآنِ کریم میں فنگر پرنٹ یا بگ بینگ کا ذکر پہلے سے موجود تھا مگر انسان کو یہ بات اب سمجھ میں آئی۔ ہمارے موضوع مشرق اور مغرب کی جغرافیائی تعیین کے لئے بھی اگر ہم قرآن کی راہنمائی حاصل کرنے جائیں تو قرآن ہمیں ذوالقرنین کا واقعہ سناتا ہے۔ اگرچہ قرآنِ کریم نے واضح انداز میں کسی جغرافیائی خطے کا نام لیکر اسے مشرق اور مغرب قرار نہیں دیا۔ البتہ مخاطب کی سمجھ لئے اس واقعے میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے مشرق اور مغرب کی تعیین ممکن ہے۔

۲. بنیادی سوال

اس آرٹیکل میں ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ کیا مشرق اور مغرب کی تعیین کے بارے میں ہمیں قرآن وسنت سے بھی کوئی اشارہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن میں جغرافیائی طور پر مشرق اور مغرب کسی علاقے کو قرار دیا گیا ہے تو وہ ممکنہ طور پر کونسا علاقہ ہو سکتا ہے؟

۳. مشرق اور مغرب کا قدیم تصور

مشرق اور مغرب کا تصور زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ جس جانب سے سورج طلوع ہوتا، اسے مشرق اور جس جانب غروب ہوتا اسے مغرب کہا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی بہت بڑی سلطنتیں اپنے زمانے میں موجود رہی ہیں۔ اموی دورِ حکومت میں بھی مسلمان معروف دنیا کے کناروں پر پہنچ چکے تھے۔ ایک طرف یورپ اور افریقہ مسلمانوں کے زیرِ نگین ہو چکا تھا تو دوسری طرف سندھ تک حکومت اور ملائشیا تک تجارت جاری تھی۔ العولمہ کے عنوان سے بہت سے مصنفین کتابیں لکھیں ہیں جن میں گلوبلائزیشن کے تصور کا سہرا خلیفہ ہارون الرشید کے سر باندھا جاتا ہے۔ اسامہ الدندشی نے اپنے آرٹیکل "أمرسة العولمة"[1] میں بھی ہارون الرشید کے مشہور قول **"أمطري أينما شئت فخراجك عائد إلي"** کو نقل کیا ہے۔ اس سب کے باوجود امریکا کہ دریافت نہ ہونے کی وجہ سے نیز زمین کے سپاٹ ہونے کے تصور کی وجہ سے مشرق اور مغرب کو کبھی الجھن نہیں سمجھا گیا۔ براعظم ایشیاء کے مشرق کو دنیا کا مشرق اور افریقہ اور یورپ کو مغرب تسلیم کیا جاتا رہا۔

۴. مشرق اور مغرب کے جدید تصور کی بنیاد

جب دنیا کو گول تسلیم کیا گیا، امریکا بھی دریافت ہو گیا، نیز انگریزی دورِ حکومت میں تیز رفتار سفری وسائل کی دستیابی ہو گئی، مزید برآں یورپیوں کی براعظم امریکہ سے لیکر براعظم ایشیاء تک رسائی ہو گئی۔ ایسے میں برطانویوں کو سب سے پہلے اپنے بڑھتے ہوئے مقبوضات، اور عالمی تجارت کے مسائل کی وجہ سے ایک عالمی تاریخ کی ابتداء اور انتہا کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ دنیا گول ہے اور سورج دن کے ہر پہر کسی علاقے میں طلوع کہیں بحالتِ زوال اور کہیں روبغروب ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ کوئی ڈیٹ لائن مانی جائے اور جہاں سے تاریخ کا آغاز سمجھا جائے۔

[1] "," accessed January ۲۷,۲۰۲۴, https://www.ahewar.org/debat/show.art.asp?aid=۱۶۸۴۰۹.

برطانیہ میں مرکزیت کا تصور پہلے سے موجود تھا اور برطانیہ اپنے ملک کی گرین وچ کی بندرگاہ سے تاریخ اور وقت کے تعین کا اندازہ کرتا تھا۔ ۱۸۵۱ میں برطانیہ نے اپنے دانشوروں کی ایک مجلس میں گرین وچ کو باقاعدہ طور پر میریڈئین لائن قرار دیا جسکی بنیاد پر بعد میں ۱۸۸۴ء میں ۲۵ ممالک کے دانشوروں نے باقاعدہ ٹائم زون اور ڈیٹ لائن ترتیب دیا۔

۴.۱ ڈیٹ لائن یا تاریخی لکیر

سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ تاریخی لکیر کیا ہے؟

The International Date Line (IDL) is an imaginary line on Earth's surface defining the boundary between one day and the next. The International Date Line (IDL) is located at about ۱۸۰° east (or west). It is halfway around the world from the prime meridian (۰° longitude), the reference point of time zones, which runs through Greenwich, UK. The date line runs from the North Pole to the South Pole and marks the Western and Eastern Hemisphere divide. It is not straight but curves around landmasses and national borders. For example, it leans towards the east at the Bering Strait between Asia and North America, leaving Cape Dezhnev in Russia a day ahead of Cape Prince of Wales in Alaska even though they are only ۸۰ km (۵۰ mi) apart.[۲]

بین الاقوامی تاریخ کی لکیر (IDL) زمین کی سطح پر ایک خیالی لکیر ہے جو ایک دن اور دوسرے دن کے درمیان حد کی وضاحت کرتی ہے۔ انٹرنیشنل ڈیٹ لائن (IDL) تقریباً ۱۸۰° مشرق (یا مغرب) پر واقع ہے۔ یہ پرائم میریڈیئن (۰° طول البلد، جو کہ ٹائم زونز کا حوالہ قرار دی جاتی ہے، اور گرین وچ، UK سے گزرتی ہے) سے دنیا بھر میں آدھے راستے پر ہے۔ تاریخ کی لکیر قطب شمالی سے قطب جنوبی تک چلتی ہے اور دنیا کو مغربی اور مشرقی نصف کرہ کی تقسیم میں نشان زد کرتی ہے۔ یہ لکیر بالکل سیدھی نہیں ہے بلکہ زمینی اور قومی سرحدوں کے گرد گھومتی ہوئی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ ایشیا اور شمالی امریکہ کے درمیان بیرنگ آبنائے پر مشرق کی طرف جھکتی ہے، جو روس میں کیپ ڈیزنیف کو الاسکا میں کیپ پرنس آف ویلز سے ایک دن آگے کرتی ہے۔ حالانکہ وہ صرف ۸۰ کلومیٹر (۵۰ میل) کے فاصلے پر ہیں۔

گرین وچ میریڈین لائن کی ابتداء تو غالبا سولہویں صدی سے ہوگئی تھی۔ کیونکہ برطانیہ کے سولہویں صدی سے ہی تعلقات دنیا کی انتہاؤں سے شروع ہو چکے تھے مگر آخری دفعہ اپ ڈیٹ ۱۸۵۱ میں کی گئی۔

Greenwich meridian, an imaginary line, last established in ۱۸۵۱, that was used to indicate ۰° longitude. It passes through Greenwich, a borough of London, and

[۲] "The International Date Line," accessed January ۲۵, ۲۰۲۴, https://www.timeanddate.com/time/dateline.html.

terminates at the North and South poles. Because it indicated ۰° longitude, it was also known as the prime meridian.[۳]

گرین وچ میریڈیئن، ایک خیالی لکیر، جو آخری بار ۱۸۵۱ میں قائم ہوئی، جو ۰° طول البلد کی نشاندہی کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ یہ لندن کے ایک بورو گرین وچ سے گزرتا ہے اور شمالی اور جنوبی قطبوں پر ختم ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ۰° طول البلد کی نشاندہی کرتا ہے، اس لیے اسے پرائم میریڈیئن بھی کہا جاتا تھا۔

رہی بات کہ یہ انٹرنیشنل لائن کب تسلیم کی گئی تو

In October ۱۸۸٤ astronomers and representatives from ۲۵ countries convened in Washington at the International Meridian Conference to recommend a common prime meridian for geographical and nautical charts that would be acceptable to all parties concerned.[۴]

اکتوبر ۱۸۸۴ میں ۲۵ ممالک کے ماہرین فلکیات اور نمائندے واشنگٹن میں بین الاقوامی میریڈیئن کانفرنس میں بلائے گئے تاکہ جغرافیائی اور سمندری چارٹ کے لیے ایک مشترکہ پرائم میریڈیئن تجویز کیا جاسکے جو تمام متعلقہ فریقوں کے لیے قابل قبول ہو۔

ان مختلف کانفرنسوں سے بالآخر ایک خیالی تاریخ کی لکیر متعین کی گئی۔ اس تعیین میں جس بات کو اہم اور ضروری سمجھا گیا وہ یہ تھا کہ یہ تاریخ کی لکیر کسی ملک کی سرحدوں کو قطع نہ کرے۔ اگر ممکنہ صورتوں کا جائزہ لیں تو یہ لکیر براعظم امریکہ کے ہی کسی ایک طرف لگ سکتی تھی۔ یعنی اس لکیر کو جو کہ براعظم امریکہ کے مغرب میں مانی گئی ہے۔ اسے براعظم کے مشرقی جانب بھی مانا جاسکتا تھا۔ مگر چونکہ براعظم امریکہ کا ایک بڑا حصہ گرین لینڈ یورپ کا حصہ مانا جاتا ہے اس وجہ سے بجائے یہ لکیر امریکا کہ مشرق میں مانے جانے کے امریکا کے مغرب میں مانی گئی ہے۔

۵. قرآنِ کریم میں مشرق اور مغرب کی حدود کا تعین

اگر ہم قرآن وحدیث کا جائزہ لیں تو بظاہر ہمیں صریح الفاظ میں جغرافیائی تعیین نظر نہیں آتی۔ کیونکہ قرآن کریم اور سنت نبوی کا بنیادی اصول لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق خطاب کرنا ہے۔ اس وقت کا انسان جغرافیے کی موشگافیوں سے ناواقف تھا۔ ان لوگوں میں بنیادی لکھنے پڑھنے سے واقفین بھی محدود تعداد میں تھے۔ ان لوگوں کے سامنے ایسی تفصیلات کا بیان کرنا، اسلام دشمنوں کو بدتمیزی پر آمادہ کرنے کے مترادف تھا۔ کیونکہ عربی کی مشہور کہاوت ہے، الناس اعداء لما جھلوا، یعنی انسان اپنے عدمِ علم کی شرمندگی کو تسکین، درست چیز کا مذاق اُڑا کر حاصل کرتا ہے۔

۳ "Greenwich Meridian | Definition, History, Location, Map, & Facts | Britannica," December ۱۵, ۲۰۲۳, https://www.britannica.com/place/Greenwich-meridian.

۴ "A History of the International Date Line - ۱۸۸۴ International Meridian Conference," accessed January ۲۵, ۲۰۲۴, https://webspace.science.uu.nl/~gent۰۱۱۳/idl/idl_imc_۱۸۸۴.htm.

۵.۱. قرآن کریم میں مشرق ومغرب کے لفظ کا استعمال

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مشرق اور مغرب کو تین صورتوں اور الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً مفرد الفاظ میں سورۂ مزمل میں ذکر کیا ہے جس کے الفاظ ہیں:۔{رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ}[۵] جبکہ سورۂ رحمان میں یہ الفاظ تثنیہ کی شکل میں مذکور ہیں۔{رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ}[۶] لیکن اگر سورۂ معارج میں دیکھیں تو یہ لفظ جمع کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔{فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ}[۷]

یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے کہ سورج ہر روز ایک الگ جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور الگ جگہ سے غروب ہوتا ہے۔ سورج کا یہ چکر خطِ استواء کے دونوں طرف چلتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سورج خط استواء سے پینتالیس ڈگری شمالاً اور پینتالیس ڈگری جنوباً طلوع اور غروب ہوتا ہے جبکہ شمسی سال میں ۳۶۵ دن مانے جاتے ہیں تو تقریباً ۱۸۰ دن خط استواء کے ایک جانب جبکہ اتنے ہی دن خط استواء کی دوسری جانب سورج گزارتا ہے۔ اور تقریباً ہر جگہ سے دوبار طلوع اور دوبار غروب ہوتا ہے۔

۵.۲. مفرد، تثنیہ اور جمع الفاظ کا فرق

چونکہ قرآن کریم میں مشرق اور مغرب کا لفظ مفرد، تثنیہ اور جمع تینوں صورتوں میں مستعمل ملتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کتبِ تفسیر، حدیث اور تشریح احادیث میں ہونی والی بحث کا خلاصہ ابراہیم الحربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں درج کیا ہے جس کی تلخیص میں درج میں ذکر کر رہا ہوں۔

ابراہیم الحربی لکھتے ہیں کہ جب مفرد کا صیغہ لایا گیا ہے تو سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی مکمل جہت مراد لی گئی ہے اور جب تثنیہ کا لفظ یعنی مشرقین اور مغربین ذکر کیا گیا ہے تو اس میں دو وجہیں ممکن ہیں۔ پہلی وجہ:۔ جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سورج کا ایک سردیوں کا مطلع ہے اور ایک گرمیوں کا مطلع ہے۔ اسی طرح ایک گرمیوں کا غروب ہے اور ایک سردیوں کا غروب ہے۔ یعنی مشرقین اور مغربین سے مراد دونوں موسموں کی تبدیلی ہے۔ تثنیہ کی صورت میں یہ تفسیر مجاہد، عکرمہ، محمد بن کعب اور ابن ابزی سے منقول ہے۔ دوسری وجہ:۔ جو کہ سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ مشرقین میں ایک طلوع فجر اور دوسرا طلوعِ شمس مراد ہے، جبکہ مغربین سے مراد پہلا غروب شمس اور دوسرا غروبِ شفق ہے۔ البتہ جمع کا لفظ یعنی مشارق اور مغارب کے استعمال سے مراد جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے سورج کا ہر روز کا طلوع ہونا اور غروب ہونا ہے۔ کیونکہ سورج ہر روز الگ جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور الگ جگہ پر غروب ہوتا ہے۔[۸]

---

[۵] المزمل:۹

[۶] الرحمن:۱۷

[۷] المعارج:۴۰

[۸] الحربي، أبو إسحاق إبراهيم بن إسحاق الحربي، **غريب الحديث** (مكة المكرمة: جامعة أم القرى، الطبعة: الأولى ۱۴۰۵). ۳/ ۹۶۵

۵.۳. مشرقین بطور سورج اور چاند کے الگ طلوع ہونے کی جگہیں

قرآن وحدیث میں اگرچہ مشرق اور مغرب کا ذکر بارہا ملتا ہے مگر جغرافیائی طور پر کسی علاقے کی تعیین مشرق اور مغرب کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔ بظاہر مشرقین اور مغربین کی وضاحت میں جو قول حضرت ابن عباسؓ اور حضرت سعید بن مسیبؒ سے نقل کئے جاتے ہیں یہ بھی مرفوع نہیں ہے بلکہ بظاہر یہ ان حضرات کی عقلی طور پر کی گئی تطبیق ہے۔ عقلی طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں صنعت مجاز مرسل استعمال ہوئی ہو اور ظرف بول کر مظروف مراد ہو۔ جیسا کہ اردو میں کہا جاتا ہے "آپ بوتل پی جئیے "تو مراد بوتل کو پینا نہیں بلکہ بوتل میں موجود سیال کو پینا ہوتا ہے۔ یہاں بھی اگر یہ صورت ہو تو مَشرق بول کر مُشرق مراد ہو۔ تو مفرد میں اس سے صرف سورج مراد ہو اور تثنیہ میں سورج اور چاند دونوں مراد ہوں اور جمع میں سورج اور چاند کے ساتھ ستارے بھی مراد ہوں۔ اس صورت میں ایک اور بات تحقیق طلب رہے گی کہ کیا سورج اور چاند کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہیں مختلف ہیں ؟ یعنی کیا سورج اور چاند کے لئے دو الگ تاریخی لکیروں کی ضرورت ہے ؟ اگر ہم حالات اور واقعات کا مشاہدہ کریں تو ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ چاند کی تاریخ کی لکیر سورج کی لکیر سے الگ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ افغانستان اور سعودی عرب سے چاند نظر آنا شروع ہوتا ہے اور براعظم افریقہ اور آگے نظر آتا ہے جب کہ بنگلہ دیش اور ہندوستان میں اور عموماً پاکستان میں بھی اگلے دن چاند نظر آتا ہے۔ اگر پاکستان میں پہلے چاند نظر بھی آئے تو افغانستان اور ایران کے بارڈر کی طرف ہی نظر آتا ہے۔ بظاہر مشرقین کا مصداق سورج اور چاند کا الگ الگ مطلع اور ابتداء تاریخ بھی ہو سکتی ہے۔

البتہ یہاں عقلی طور پر جغرافیہ کی تعیین بھی ممکن ہے۔ مفرد اور جمع کی صورت میں تو وہی دونوں باتیں جو مفسرین حضرات سے منقول ہیں یعنی مشرق مفرد ہونے کی صورت میں تو جہت مراد ہو، جمع کی صورت میں روز کا موقع طلوع مراد ہو۔ مگر تثنیہ کی صورت میں اس سے مراد جغرافیائی وضاحت ہو۔ یعنی مشرقین کہنے کی صورت میں براعظم امریکا کا شمالی اور جنوبی حصہ مراد ہوں۔ جبکہ مغربین کی صورت میں براعظم یورپ اور افریقہ مراد ہوں۔ یعنی اس صورت میں قرآنی تعلیم ہمارے لئے جغرافیائی تعیین بھی کر رہی ہے۔ اس رو سے سورج کی تاریخی لکیر امریکا کے مشرق میں یعنی افریقہ اور امریکا کے درمیان مانی جانی چاہیئے۔ مشرق اور مغرب کے جغرافیہ کی پہچان کے لئے ہمارے پاس قرآنی تعلیمات کی رو سے حضرت ذوالقرنین کا واقعہ موجود ہے جنہوں نے مشرق اور مغرب تک کا سفر کیا۔

۶. ذوالقرنین کے واقعے سے مشرق اور مغرب کی تعیین اور ان کے ذوالقرنین کہلانے کی وجہ

ذوالقرنین کے لفظی معنٰی دو سینگوں والے کے ہیں۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اسے ذوالقرنین کیوں کہا جاتا تھا؟ مثلاً بعض کا قول ہے کہ کیونکہ اس کا تاج سینگوں والا تھا اس لئے اسے ذوالقرنین کہتے تھے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اس کی بالوں کی دو مینڈیاں سر کے دونوں طرف لٹک رہی ہوتی تھیں اس لئے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس نے مشرق اور مغرب فتح کئے اس وجہ سے اسے ذوالقرنین کہتے تھے۔[۹]

[۹] "الإسلام سؤال وجواب - من هو ذو القرنين المذكور في القرآن ؟," accessed January ۲۶, ۲۰۲۴, https://islamqa.info/ar/answers/۱۵۸۱۹۰/%D۹%۸۵%D۹%۸۶-%D۹%۸۷%D۹%۸۸-%D۸%B۰%D۹%۸۸-%D۸%A۷%D۹%۸۴%D۹%۸۲%D۸%B۱%D۹%۸۶%D۹%۸A%D۹%۸۶-%D۸%A۷%D۹%۸۴%D۹%۸۵%D۸%B۰%D۹%۸۳%D۹%۸۸%D۸%B۱-%D۹%۸۱%D۹%۸A-%D۸%A۷%D۹%۸۴%D۹%۸۲%D۸%B۱%D۸%A۷%D۹%۸۶.

۶.۱ ذوالقرنین کا تعارف

یہ شخص کون تھا؟ اس بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ کئی لوگ اسے اسکندر رومی ہی سمجھتے ہیں۔ مگر عمومی طور پر اس قول کو پسند نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اسکندرِ رومی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے کچھ پہلے گذرا ہے اور وہ یونانی کافر تھا جبکہ یہ مسلمان بادشاہ تھا۔ اہلِ کتاب ایرانی بادشاہ خورس کو ذوالقرنین سمجھتے ہیں۔ جبکہ مسلم مفسرین اور تاریخ دانوں کا عمومی خیال اس کے بارے میں یہ ہے کہ یہ تبع یعنی یمن کا بادشاہ تھا اور اس کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موازی ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم کے ساتھ حج بھی کیا۔[10] بظاہر یہ ایک نیک صالح بادشاہ تھے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا کئے تھے۔ اور انہوں نے پوری دنیا دیکھی۔ تفسیر ابن کثیر میں آیت "**إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ**" کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ:

> ہم نے اسے ملک عظیم پر متمکن کیا تھا یعنی جو جے ہوئے مضبوط بادشاہوں کے پاس رسوخ اور لشکر، آلات حرب اور سامان ہوتا ہے وہ سب ہم نے اسے دیا، اسی لئے وہ مشرقوں اور مغربوں کے بادشاہ بنے۔ دنیا کے بادشاہ ان کے تابع ہوگئے، اور عرب وعجم و دیگر امتوں نے ان کی خدمت کی۔[11]

۶.۲ اخبار مکہ للفاکہی کے مؤلف کا قول

یہاں صاحب اخبار مکہ نے ذوالقرنین کے بارے میں کتاب مقدس کے بادشاہ ابی ملک اور حضرت ابراہیم کے درمیان ہونے والے مکالمے کو ذکر کیا ہے گویا کہ کتابِ مقدس میں جسے ابی ملک قرار دیا گیا ہے وہی ذوالقرنین ہے۔

> زمزم جو کہ حضرت جبریل کے پاؤں مارنے سے ابلا اور حضرت اسماعیل اور ان کی ماں کی پیاس بجھانے کے لئے حضرت جبریل کو حکم ہوا تھا۔ اسے بعد میں حضرت ابراہیم نے کھودا اور کنواں بنا دیا۔ بعد میں اس پر ذوالقرنین کا قبضہ ہوگیا۔ فاکہی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم سے دعا کے لئے کہا تو حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ بھلا میں تمہارے لئے دعا کیوں کروں جب کہ تم نے میرا کنواں خراب کر دیا ہے۔ تو ذوالقرنین نے جواب دیا کہ یہ کام میرے لوگوں نے کیا مگر میری اجازت سے نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے مجھے کسی نے بتایا کہ یہ کنواں ابراہیم کا ہے اور وہاں سے قبضہ اٹھالیا تو حضرت ابرہیم نے بھیڑ اور بکریاں ذوالقرنین کو ہدیہ کیں اور سات مینڈھے الگ کر لئے۔ تو ذوالقرنین نے پوچھا کہ ان مینڈھوں کی کیا بات ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ قیامت والے دن گواہی دیں گے کہ یہ کنواں ابراہیم کا تھا۔[12]

---

[10] "من هو ذو القرنين," *موضوع*, accessed January ۲٦, ۲۰۲۴, https://mawdoo۳.com/من_هو_ذو_القرنين.

[11] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، **تفسير القرآن العظيم المعروف ب تفسِر ابن كثير،** (بيروت, دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى-۱۴۱۹ه-) ۵/۱۸۹

[12] الفاكهي، أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس المكي, **أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه,**(مكة المكرمة: مكتبة الاسدي، الطبعة: الرابعة، ۱۴۲۴ه-۲۰۰۳م)۲/۹

البتہ اس بات کی تصدیق کتاب مقدس سے بھی حاصل نہیں ہو سکی کے ابی ملک ہی ذوالقرنین تھا۔ یہ واقعہ کتابِ مقدس میں یوں مذکور ہے:۔

۲۵ اور ابرؔہام نے پانی کے ایک کُوئیں کو وجہ سے جِسے ابیؔ مَلِک کے نوکروں نے زبردستی چھین لِیا تھا ابیؔ مَلِک کو جھڑکا۔ ۲۶ ابی مَلِک نے کہا مُجھے خبر نہیں کہ کِس نے یہ کام کِیا اور تُو نے بھی مُجھے نہیں بتایا اور نہ مَیں نے آج سے پہلے اِسکی بابت کُچھ سُنا۔ ۲۷ پھِر ابرؔہام نے بھیڑ بکریاں اور گائے بَیل لیکر ابیؔ مَلِک کو دِئے اور دونوں نے آپس میں عہد کِیا۔ ۲۸ اور ابرؔہام نے بھیڑ کے ساتھ مادہ بچّوں کو لیکر الگ رکھا۔ ۲۹ اور ابیؔ مَلِک نے ابرؔہام سے کہا کہ بھیڑ کے اِن سات مادہ بچوں کو الگ رکھنے سے تیرا مطلب کیا ہے؟۔ ۳۰ اُس نے کہا کہ بھیڑ کے اِن ساتوں مادہ بچّوں کو تُو میرے ہاتھ سے لے تاکہ وہ میرے گواہ ہوں کہ مَیں نے یہ کُوآں کھودا۔[۱۳]

اگر قرآنی نص کا بغور مشاہدہ کریں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کا ذکر حضرتِ خضر علیہ السلام کے بعد ہونا ان کے صلاحیتوں میں حضرت خضرؑ کے مشابہ ہونے کا عکاس ہے۔ یعنی حضرت ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے کچھ خلافِ عادت صلاحیتوں اور طاقتوں سے نوازا تھا جو ان کے علاوہ کسی اور بادشاہ کو نہیں مل سکے۔ اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی بڑی امتیازی شان رکھتی تھی کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں غلاموں کی طرح کام کرتے تھے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے جزیرۃ العرب سے باہر جانے کی کوئی دلیل کتاب مقدس سے بھی نہیں ملتی۔ کتابِ مقدس سے بھی حضرت سلیمان کی حکومت موجودہ ترکی کے ایشیائی حصہ سے لیکر شام عراق کا کچھ حصہ، سعودی عرب اور یمن تک ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی صرف جزیرہ العرب اور اس کا محاذی ایشیاء کا حصہ۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین کی حکومت گویا کہ واحد بادشاہ کی حکومت ہے جس نے مشرق اور مغرب پر حکومت کی۔ ان کی بنیادی حکومت تو یمن میں ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان کے پاس ایسے اسباب اور وسائل موجود تھے کہ سمندر ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکے۔ اور بظاہر وہ امریکا بھی پہنچے ہیں۔

۶.۳. ذوالقرنین کا واقعہ قرآن کی زبانی

سب سے پہلے ہم حضرت ذوالقرنین کا جو واقعہ قرآن نے بیان کیا ہے وہ نقل کرتے ہیں۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا (٨٣) ﴾ ﴿إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (٨٤) فَأَتْبَعَ سَبَبًا (٨٥) حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَاذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا (٨٦) قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا (٨٧) وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَى وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا (٨٨) ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا (٨٩) حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَى قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا (٩٠) كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا (٩١) ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا (٩٢) حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا (٩٣) قَالُوا يَاذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (٩٤) قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (٩٥)

[۱۳] "حضرت موسیٰ, **پیدائش، کتاب مقدس، عہدنامہ قدیم** (انار کلی۔ لاہور: بائبل سوسائٹی, ۱۹۷۹)(۲۱:۲۵-۳۰) وپیدایش، انجیل مقدس - پرانے عہد نامہ"، accessed January ۲۸, ۲۰۲۴, https://www.wordproject.org/bibles/ur/۰۱/۲۱.htm#۰.

آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (٩٦) فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا (٩٧)﴾[١٤]

اور وہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ میں تمہیں اس کا قصہ بتاؤں گا۔ بیشک ہم نے اسے زمین پر تسلط بخشا تھا اور ہم نے اسے ہر چیز کے وسائل مہیا کئے تھے۔ پھر اس نے راستوں کو استعمال کیا یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک آلودہ چشمے میں غروب ہو رہا تھا اور اس مقام پر ایک قوم کو آباد پایا۔ ہم نے ذوالقرنین کو کہا کہ تم اگر چاہو تو ان کو سزا دو اور چاہو تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔ تو ذوالقرنین نے کہا جو ظلم کرے گا تو اسے ہم سزا دیں گے پھر اسے اپنے رب کے پاس لٹایا جائے گا تو وہ اسے برا عذاب دے گا۔ اور جو کوئی ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا تو اسے ہم اچھا بدلا دیں گے اور ہم اس کے معاملے کے لئے آسانی کا کہیں گے۔ پھر وہاں سے وہ راستے پر چلا یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر پہنچے اور اس نے سورج کو ایسے لوگوں پر طلوع ہوتا پایا جن پر کوئی لباس نہ تھا۔ اسی طرح ہم نے بیان کر دیا جو اس کو سمجھ آیا تھا پھر وہ راستے پر چل پڑا یہاں تک کہ وہ دونوں بند کے درمیان پہنچا جن سے پہلے (یا پار) اس نے ایک ایسی قوم کو پایا جو بات کو جلدی نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیا ہم تمہیں چندا کر کے دیں تاکہ تم ہمارے اور ان کے درمیان آڑ / بند باندھ دو۔ تو ذوالقرنین نے کہا کہ جو مجھے میرے رب نے تمکنت دی ہے وہ بہتر ہے (یعنی تمہارے چندے کی ضرورت نہیں) میرے ساتھ نفری کے طور پر کام تو میں تمہارے اور ان کے درمیان اوٹ بنادوں گا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے کر آؤ (کام شروع ہو گیا) جب دونوں چھلکوں کو برابر کر دیا تو کہا کہ اس میں آگ لگاؤ جب اسے آگ بنادیا تو کہا کہ میں اس پر تارکول انڈیل دوں گا۔ تو وہ اس کی طاقت نہ رکھیں گے کہ اس کے اوپر آسکیں اور نہ اس میں سوراخ کر سکیں گے۔

۶.۴. ذوالقرنین کے قصے میں بظاہر مغرب افریقہ کا ظہور

قرآنِ کریم میں حضرت ذوالقرنین کے مشرق اور مغرب کے سفر کو ذکر کرتے ہوئے مشرق اور مغرب کی کچھ نشانیاں بیان کی گئیں ہیں۔ جن نشانیوں کو ہم آج کی جدید ترین تحقیقات سے تلاش کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلی بات جو انتہائی قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے سفر کی ابتداء مغرب کی طرف کی۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے کہ ذوالقرنین یمن کے بادشاہ تھے۔ تو جب انہوں نے یمن سے مغرب کی طرف سفر کیا ہو گا تو وہ افریقہ پہنچے ہوں گے۔ مغرب کے لوگوں کے بارے میں قرآنی بیان یہ ہے ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہیں معاملہ کریں۔ بظاہر یہ تعبیر اس جگہ کے لوگوں کے سست اور بے عمل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ بظاہر حضرت ذوالقرنین نے ان کو کام پر لگایا اور فرمایا کہ جو کام نہیں کرے گا اسے سزا ملے۔ اگر مغرب اسی افریقہ کو کہا گیا ہے تو مغربین سے مراد افریقہ اور یورپ ہے اس صورت میں حضرت ذوالقرنین کے سامنے جو سمندر واقع ہے اس کا نام موجودہ دور میں اٹلانٹک اوشیئن ہے۔ مغرب کی نشانی قرآن پاک میں یہ بیان کی گئی ہے کہ مغرب میں جہاں سورج غروب ہو رہا تھا وہ گدلا پانی تھا۔

[١٤] الکھف: ٨٣-٩٧

٦.٥. گدلے پانی سے مراد

یہاں ہم تفسیر ابنِ کثیر کے حوالے سے عین حمئۃ کی تشریح پیش کرتے ہیں۔

حضرت ذوالقرنین نے سورج کو بحر محیط میں غروب ہوتا دیکھا۔ اور جو کوئی شخص بھی ساحل پر کھڑا ہو کر سمندر کے سامنے غروب شمس کے منظر کا نظارہ کرے تو وہ یہی کہے گا کہ سورج سمندر میں غروب ہورہا ہے۔ اگر چہ سمندر خلا میں ہوتا ہے اور حقیقتا غروب نہیں ہورہا ہوتا۔ اور حمئۃ کا لفظ ایک قرآت کے مطابق حمأۃ سے مشتق ہے جو کہ کیچڑ والی مٹی کا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجر میں انسان کی پیدائش کا ذکر کرنے کے لئے "حما مسنون" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ چکنی مٹی ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ عین حمئۃ کی تشریح ذات حمأۃ سے کرتے تھے۔ اور کعب احبار سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ قرآن کو تم مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو مگر کتاب میں اسے کالی مٹی لکھا ہوا پاتا ہوں۔۔۔۔ کچھ آگے اس میں درج ہے کعب احبار نے کہا کہ میں نے کتاب میں لکھا پایا کہ سورج پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے۔ ابنِ حاضر کہتے ہیں اگر میں تمہاری گفتگو کے وقت تمہارے پاس ہوتا تو میں اس میں اضافہ کرتا جو کہ بصیرت میں اضافہ کردیتا حضرت ابنِ عباس نے پوچھا وہ کیا ہے۔ تو اس نے کہا وہ اشعار جو تبع (ذوالقرنین) سے مروی ہیں:

بلغ المشارق والمغارب يبتغي — أسباب أمر من حكيم مرشد

فرأى مغيب الشمس عند غروبها — في عين ذي خلب وثأط حرمد

تو حضرت ابنِ عباس نے پوچھا کہ الخلب کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ یمنیوں کی بولی میں مٹی کو کہتے ہیں۔ پھر ابنِ عباس نے پوچھا الثاط کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ وہ گندی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ حرمد کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کالی۔ تو حضرت ابنِ عباس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا کہ یہ آدمی جو بتا رہا ہے اسے لکھ لو۔[١٥]

٦.٦. اٹلانٹک اوشیئن گندا کیوں ہے؟

اب اگر ہم اٹلانٹک اوشیئن کے فیچرز دوسرے سمندروں کے مقابلے میں مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اٹلانٹک اوشیئن دنیا کا گدلا ترین پانی ہے۔ آج کے دور میں تو تمام ساحل ہی گندے ہوتے ہیں اور فضلہ تمام ہی سمندروں میں ڈالا جاتا ہے مگر اٹلانٹک اوشیئن یا بحر اوقیانوس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام سمندروں سے زیادہ نکاسی ہوتی ہے۔ یعنی ایک طرف یورپ اور افریقہ کے دریا بمع وہاں کے فضلوں کے اس سمندر میں گرتے ہیں جبکہ دوسری طرف جنوبی اور شمالی امریکا کے تمام دریاؤں کی نکاسی بھی اسی سمندر میں ہے جس کی وجہ سے یہ سمندر ہمیشہ سے گندا نظر آتا ہے۔

> Although not the largest of the world’s oceans, the Atlantic has by far the largest drainage area. The continents on both sides of the Atlantic tend to slope toward

---

[١٥] ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم المعروف ب تفسیر ابن کثیر**. (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ١٤١٩ھ) تفسیر سورۃ الکہف-الآیۃ ٨٦، "accessed January ٢٥, ٢٠٢٤, http://quran.ksu.edu.sa/tafseer/katheer/sura١٨-aya٨٦.html.

it, so that it receives the waters of a great proportion of the major rivers of the world; these include the St. Lawrence, the Mississippi, the Orinoco, the Amazon, the Río de la Plata, the Congo, the Niger, the Loire, the Rhine, the Elbe, and the great rivers draining into the Mediterranean, Black, and Baltic seas. In contrast to the South Atlantic, the North Atlantic is rich in islands, in the variety of its coastline, and in tributary seas. The latter include the Caribbean Sea, the Gulfs of Mexico and St. Lawrence, and Hudson and Baffin bays on the west and the Baltic, North, Mediterranean, and Black seas on the east.[۱۶]

اٹلانٹک اوشیئن اگرچہ دنیا کے سمندروں میں سب سے بڑا نہیں ہے، مگر بحر اوقیانوس میں اب تک سب سے بڑا نکاسی کا علاقہ اسی سمندر میں واقع ہے۔ بحر اوقیانوس کے دونوں اطراف کے براعظم اس کی طرف ڈھلوان ہوتے ہیں، اس لیے اسے دنیا کے بڑے دریاؤں کا ایک بڑا حصہ ملتا ہے۔ ان میں سینٹ لارنس، مسیسیپی، اورینوکو، ایمیزون، ریوڈی لا پلاٹا، کانگو، نائجر، لوئر، رائن، ایلبی اور بحیرہ روم، سیاہ اور بالٹک میں بہنے والے عظیم دریا شامل ہیں۔ سمندر جنوبی بحر اوقیانوس کے برعکس، شمالی بحر اوقیانوس جزیروں سے مالا مال ہے، اس کی ساحلی پٹی کی نوعیت اور معاون سمندروں میں۔ مؤخر الذکر میں بحیرہ کیریبین، خلیج میکسیکو اور سینٹ لارنس، اور مغرب میں ہڈسن اور بافن خلیج اور مشرق میں بالٹک، شمالی، بحیرہ روم اور سیاہ سمندر شامل ہیں۔

اس سمندر کی ایک اور خاصیت بھی اسے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سمندر تقریباً تین مقامات پر پیسیفک اوشیئن سے ملتا ہے۔ پیسیفک اوشیئن جو کہ امریکا کہ مغرب میں واقع ہے اور جہاں سے انٹرنیشنل دنیا میں ڈیٹ لائن مقرر کی گئی ہے، دنیا کا سب سے صاف اور سب سے گہرا سمندر شمار ہوتا ہے اور اٹلانٹک اوشیئن اور یہ جہاں ملتے ہیں تو دونوں الگ الگ نظر آتے ہیں جنکو قرآن نے بطور نشانئ قدرت کے سورۂ رحمان میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے پیسیفک اوشیئن نیلے رنگ کا صاف ستھرا پانی ہے جبکہ اٹلانٹک کا پانی گدلا محسوس ہوتا ہے۔ اس کی سائنسی وضاحت میں بہت سی تفصیلات درج کی گئی ہیں جن میں سے دو وجہیں درج کرتا ہوں۔

The Atlantic Ocean is the saltiest of all the five oceans[۱۷]

بحر اوقیانوس پانچوں سمندروں میں سب سے زیادہ نمکین ہے۔

The Atlantic Ocean may not look clear due to pollutants such as oil spills and plastic products. An increase in waste and pollutant increase the number of Phytoplankton.[۱۸]

[۱۶] "Atlantic Ocean | Definition, Map, Depth, Temperature, Weather, & Facts | Britannica," January ۱۹, ۲۰۲۴, https://www.britannica.com/place/Atlantic-Ocean.

[۱۷] "Atlantic Ocean Facts and Characteristics - Science۴Fun," February ۲۷, ۲۰۲۲, https://science۴fun.info/atlantic-ocean/.

[۱۸] Chrissie Smuts, "Why Is The Atlantic Ocean Not Clear? » Savoteur," June ۱۸, ۲۰۲۲, https://savoteur.com/why-is-the-atlantic-ocean-not-clear/.

تیل کے اخراج اور پلاسٹک کی مصنوعات جیسے آلودگیوں کی وجہ سے بحر اوقیانوس صاف نظر نہیں آتا۔ فضلہ اور آلودگی میں اضافے سے Phytoplankton (پانی کی کائی، ایک بدبودار سبز گندگی) کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

۶.۰۷. اس قصے میں مشرق بظاہر جنوبی امریکا

انتہائے مغرب میں پہنچنے کے بعد حضرت ذوالقرنین کا سفر مشرق کی جانب شروع ہوتا ہے۔ عمومی رائے مفسرین کی اس سلسلے میں یہی رہی ہے کہ مغرب میں پہنچ کر حضرت ذوالقرنین نے بلکل متضاد جہت میں سفر شروع کیا اور بالآخر مشرق میں پہنچ گئے۔ مگر گلوب کو سامنے رکھتے ہوئے اور قرآنی نظم کا منہج دیکھتے ہوئے یہ کہنا بعید نہیں ہوگا کہ یہیں سے سمندر پار کرکے حضرت ذوالقرنین امریکا میں پہنچ گئے۔ اگر آپ جنوب امریکی ممالک خاص کر یوروگائے اور ارجنٹینا کے جھنڈے دیکھیں تو اس میں سورج کی تصویر ہے جو کہ گویا ان کے قدیم تاثر کا اظہار ہے کہ سورج ان پر طلوع ہوتا ہے۔ ساؤتھ امیریکا کے دیگر ممالک خاص کر برازیل سورج کی وجہ سے مشہور ہیں اور ساری دنیا کے لوگ وہاں دھوپ سینکنے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں مشرق کے لوگوں کی صفت یہ بیان کی گئی ان کے اور سورج کے درمیان کوئی آڑ نہیں تھے۔ امریکا کے لوگوں کا بطور جنگلی قبائل تعارف دنیا میں مشہور ہے۔ کسی جنگلی قوم کے لئے جو لباس اور گھروں سے بے نیاز ہو اس سے بہتر اور مؤدب تعبیر نہیں ہوسکتی۔ تفسیر ابنِ کثیر میں اس آیت کے ذیل میں جو درج ہے اس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ:۔

> آڑ سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی عمارت یا لباس وغیرہ نہیں تھے۔ اور ان کی اکثر معیشت مچھلی پکڑنا تھی۔[19]

اگر ہم قدیم امریکیوں کے اوصاف وغیرہ کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہی صفات ان لوگوں میں ملتی ہیں۔ اگرچہ ۱۴۹۲ء میں جب یورپیوں نے یہاں قبضہ کیا تو لوگ لباس پہنتے بھی تھے اور بنانا بھی جانتے تھے مگر یورپیوں کا خیال یہی تھا کہ یہ لوگ ایشیا سے کسی وقت ہجرت کرکے آئے ہیں اور ان سے یہ چیزیں سیکھی ہیں۔ ہوسکتا ہے حضرت ذوالقرنین کے ساتھیوں نے یہاں کے لوگوں کو لباس وغیرہ کے متعلق سکھایا ہو۔ البتہ امریکا میں کو ن لوگ آباد ہوئے اور کب سے آباد ہیں؟ اس سوال کا جواب کتاب مقدس سے مل سکتا ہے۔ جس میں قابیل کے تذکرے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قابیل کو ایسی جگہ بسایا جہاں کوئی اسے تلاش کرکے مار نہ سکے۔ ہوسکتا ہے کہ قابیل کی اولاد ہی امریکا میں مقیم رہی ہو۔ اور طوفانِ نوح صرف تین مشترکہ براعظموں پر آیا ہو اور براعظم امریکا میں نہ آیا ہو۔ پیدائش کے باب نمبر چار میں ہے۔

> تب خُداوند نے اُسے کہا نہیں بلکہ جو قائِن کو قتل کرے اُس سے سات گُنا بدلہ لیا جائیگا اور خُداوند نے قائِن کے لِئے ایک نِشان ٹھہرایا کہ کوئی اُسے پاکر مار نہ ڈالے۔ ۱۶ سو قائِن خُداوند کے حضور سے نِکل گیا اور عدؔن کے مشرق کی طرف نُود کے علاقہ میں جا بسا۔[20]

خلاصہ کلام اور بحث کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ امریکا قرآنی نقطہ نظر سے مشرق ہونا چاہیئے۔ یہیں سے قرآنِ کریم کی ایک اور آیت کا مطلب بھی سمجھا جاسکتا ہے جس میں طویل فاصلے کے لئے بعد المشرقین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

[19] ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم المعروف ب تفسیرِ ابن کثیر**. (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ۔) ((۵/ ۱۹۴)) ت السلامۃ
[20] حضرت موسیٰ، **پیدائش، کتاب مقدس، عہد نامہ قدیم** (انارکلی۔ لاہور: بائبل سوسائٹی، ۱۹۷۹). ۴:۱۵

﴿يَالَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ﴾[۲۱]

اے کاش میرے اور تیرے درمیان دونوں مشرقوں کا فاصلہ ہوتا

اگر ہم گلوب میں سب سے چوڑے شمالا جنوبا ملے ہوئے خشکی کے ٹکڑے کو تلاش کریں تو دیکھیں گے کہ شمالی امریکا اور جنوبی امریکا کی چوڑائی افریقہ اور یورپ کی چوڑائی سے زیادہ ہے۔ اور انکے متضاد کناروں میں فاصلہ دنیا میں کسی بھی خشکی کے ٹکڑے میں موازی فاصلے سے زیادہ ہے اسی وجہ سے بعد المشرقین فرمایا گیا۔ اسی بحث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعد المشرق والمغرب کیوں ارشاد نہیں فرمایا۔

۷. نتائج

اگرچہ قرآن وسنت میں جغرافیائی طور پر مشرق اور مغرب کی تعیین موجود نہیں ہے۔ موجودہ دور میں جو ڈیٹ لائن پیسیفک اوشیئن میں براعظم امریکا اور ایشیا کے درمیان مانی گئی ہے یہ سراسر انتظامی مسئلہ ہے۔ البتہ اگر ہم قرآن میں مشرق اور مغرب کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ کا جائزہ لیں تو اس میں استعمال ہونے والے تثنیہ کے صیغے اور ذوالقرنین کے واقعے سے مشترکہ طور پر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈیٹ لائن براعظم افریقہ اور امریکا کے درمیان مانی جانی چاہیئے۔ اس صورت میں قرآنِ کریم میں استعمال ہونے والے لفظ مشرقین سے مراد شمالی اور جنوبی امریکا جبکہ لفظ مغربین سے مراد براعظم یورپ اور افریقہ ہوں گے۔ نیز تثنیہ کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ نکل سکتا ہے کہ مشرقین اور مغربین سے مراد سورج اور چاند کا الگ الگ مطلع ہو۔ اگر سورج کا مغرب افریقہ کی مغربی پٹی مانی جارہی ہے تو اس سے ۱۸۰ ڈگری کے فاصلے پر پاکستان اور افغانستان کے درمیان چاند کی ڈیٹ لائن مقرر کی جائے۔ تو چاند کے مسائل بھی ممکنہ طور پر حل ہوسکتے ہیں۔

۸. سفارشات

قرآن پاک کی تفسیر میں جدید جغرافیائی معلومات کے مطابق زمان ومکان کی تعیین کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآنی آیات کے تراجم میں جن الفاظ کی مراد علی الیقین معلوم نہیں ہے وہاں اگرچہ عوام کے سمجھانے کے لئے قریب الفہم معنیٰ سے ترجمہ کیا جائے مگر اس لفظ کے اصل معنیٰ واضح کرنے کی بھی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ اسی واقعہ کے ذیل میں یاجوج ماجوج کے بیان میں لفظ "صدفین" استعمال ہوا ہے جس کے اصل معنیٰ دو سیپ یا دو سیپیوں، کے ہیں۔ حضرت ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو بند کرنے کے لئے دو سیپوں کے درمیان لوہا جلا کر بھر دیا۔ اب اس کے اصل معنیٰ تو اسی وقت سمجھے جاسکیں گے جب یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ کہ آیا اس جگہ صدفین سے مراد کوئی پہاڑ ہے، کوئی جزیرہ یا کوئی اور جگہ۔ "فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ"[۲۲]

---

[۲۱] الزخرف: ۳۸

[۲۲] الترمذي, أبو عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، **سنن الترمذي**، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي, الطبعة: الثانية، ۱۳۹۵ھ- ۱۹۷۵م). (۵/ ۳۴)

کتابیات

القرآن الکریم

ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (ت ۷۷۴ھ)۔ **تفسیر القرآن العظیم المعروف ب تفسیر ابن کثیر**. (بیروت، دار الكتب العلمية، منشورات محمد علي بيضون -الطبعة: الأولى -۱۴۱۹ھ۔)

الترمذي, أبو عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، (ت ۲۷۹ھ)۔ **سنن الترمذي**. (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي, الطبعة: الثانية، ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵م.)

حضرت موسیٰ، **پیدائش، کتاب مقدس، عہد نامہ قدیم** (انار کلی۔لاہور: بائبل سوسائٹی, ۱۹۷۹).

الحربي، إبراهيم بن إسحاق الحربي أبو إسحاق [۱۹۸-۲۸۵]. **غريب الحديث**. (مكة المكرمة: جامعة أم القرى, ۱۴۰۵ الطبعة: الأولى.).

الفاكهي، أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس الفاكهي المكي (من علماء القرن الثالث الهجري). **أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه**. (مكة المكرمة: مكتبة الاسدي، الطبعة: الرابعة، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م.)

بلیلاوی، عبد الحفیظ، **مصباح اللغات** (لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۹)

اصفہانی، راغب، **المفردات فی غریب القرآن: کتاب المیم وکتاب الحاء** (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، ۲۰۰۸)

ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۳۲ھ)